QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

آزادی اظہار رائے کا شرعی حکم اور اس کی تحدید: سیرت نبوی کی روشنی میں

The Sharīʿah Ruling on Freedom of Expression and Its Limits in the Light of the Prophetic Biography (Sirah Al Nabaviya)

Muhammad Najam Ul Arifin
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Gomal University, Dera Ismail Khan, Pakistan.
Email: najmularifin@gmail.com
Attiq Ur Rehman
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Qurtuba University, Dera Ismail Khan, Pakistan.
Email: Attiqurrehman19876@gmail.com
Dr. Muhammad Naseer
Assistant Professor, Department of Islamic Studies and Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan, Pakistan.
Email: m.naseer7119@gmail.com

ABSTRACT

Allah Almighty sent prophets and messengers in every age for the guidance of humanity, and they brought with them their respective divine laws. Some people followed them, while others rejected them; as a result, many religions came into existence in the world. Moreover, every individual has the freedom to follow whichever religion he or she chooses. Consequently, respect for every person's religion, sacred books, rituals, and religious personalities becomes obligatory upon all. Under the pretext of freedom of expression, engaging in abuse or vilification of any religious personality is condemnable, regardless of the religion or sect to which that personality belongs.This article will discuss the legislation enacted in the West regarding blasphemy against religion and religious personalities, as well as the concept found among Muslims, including its introduction, Sharīʿah status, and related discussions. Furthermore, the history of blasphemy against the Prophet under the guise of freedom of expression, and the resulting confrontation between Islam and the West, will be examined from an Islamic perspective.

***KEYWORDS**: Blasphemy, Freedom of expression.*

تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ہر دور میں انبیاء ورسل بھیجے اور وہ اپنی شریعت لے کر آئے؛ لوگوں نے ان کی پیروی کی اور کچھ نے ان کا انکار کیا؛ اس طرح دنیا میں کئی مذاہب موجود ہیں؛ نیز ہر انسان کو یہ اختیار ہے کہ وہ جس مذہب کی چاہے پیروی کرے جس کے نتیجے میں اس کے مذہب، مقدس کُتب ورسومات اور مذہبی شخصیات کا احترام ہر شخص پر لازم ہے۔ آزادی اظہار کی آڑ میں کسی مذہبی شخصیت کی ہرزہ سرائی کرنا قابلِ مذمت ہے؛ خواہ وہ کسی بھی مذہب یا فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔

عصرِ حاضر کے بعض واقعات، بالخصوص سلمان رشدی پر ایک مسلم نوجوان کے حملے کا واقعہ، اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ توہینِ رسالت جیسے افعال کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو شدید مجروح کرتے ہیں۔ ایسے واقعات کی مؤثر روک تھام کے لیے ان کے پسِ پردہ عوامل، اسباب اور محرکات کا سدِّباب نہایت ضروری ہے تاکہ مختلف مذاہب کے درمیان پرامن بقائے باہمی (Coexistence) کو عملی شکل دی جاسکے۔

مغربی دنیا کی جانب سے اسلام پر اکثر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام آزادیِ اظہارِ رائے کا مخالف ہے، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ جبکہ اسلام وہ پہلا دین ہے جس نے انسان کو اظہارِ رائے کی حقیقی آزادی کا شعور دیا۔ اسلام سے پہلے انسان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، بتوں کی پرستش کرتا تھا اور ان کے بارے میں زبان کھولنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ اگر کوئی شخص ان کے خلاف کچھ کہتا تو پورا معاشرہ اس کا مخالف بن جاتا۔ بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل روم اور فارس میں عوام حکمرانوں کے محکوم تھے اور ان کے خلاف ایک لفظ کہنا بھی جرم سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح یونان میں مذہبی ادارے خدائی اختیارات کے دعویدار تھے اور ان سے اختلاف رائے کی سزا موت ہوا کرتی تھی۔ ان تمام حالات کے برعکس اسلام نے انسان کو آزادانہ اظہارِ خیال کا باوقار تصور عطا کیا۔

اس مقالے میں مغربی دنیا میں مذہب اور مذہبی شخصیات کی توہین سے متعلق بنائے گئے قوانین اور مسلمانوں کے ہاں رائج تصور کا تعارف، اس کی شرعی حیثیت اور متعلقہ علمی مباحث کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔ نیز آزادیِ اظہار کے نام پر توہینِ رسالت کی تاریخی جھلکیاں اور اس کے نتیجے میں اسلام اور مغرب کے درمیان پیدا ہونے والے تصادم کا جائزہ اسلامی زاویۂ نظر سے پیش کیا جائے گا۔

آزادی اظہار رائے کا مفہوم

آزادیِ اظہارِ رائے سے مراد عموماً بولنے، بات چیت کرنے، لکھنے، تقریر کرنے نیز سوچنے اور عمل کرنے کی آزادی سمجھی جاتی ہے۔ عربی زبان میں آزادی کے لیے "**حریّت**" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا بنیادی مفہوم غلامی کے مقابلے میں آزادی ہے۔

چنانچہ قدیم عربی لغات میں اس لفظ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔ قاموس المحیط میں ہے:

"الحر خلاف العبد و تحرير الرقبة اى اعتاقها"[1]

آزادی سے مراد کسی کو قید و بند یا غلامی سے نجات دلانا ہے۔

دیگر مستند عربی لغات میں بھی **حریّت** کا استعمال اسی جامع اور وسیع مفہوم میں ملتا ہے۔ بعض لغوی مصادر کے مطابق حریّت کا مطلب:

"حر حرار اعتق، والعبد صار حرا، و حربة من حربة الاصل و حرر العبد اعتقه، محرر افرده لطاعة الله و خدمة المسجد"[2]

کسی کو آزاد کرنا، غلامی سے نکالنا اور بندے کو اختیار و آزادی عطا کرنا ہے، اور محرر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت یا مسجد کی خدمت کے لیے مخصوص ہو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آزادی ایک ہمہ گیر تصور ہے جس کی متعدد صورتیں پائی جاتی ہیں، مثلاً سیاسی آزادی، معاشی آزادی، تنظیم سازی اور اجتماع کی آزادی، نیز تجارت اور کاروبار کی آزادی۔ تاہم زیرِ بحث موضوع میں آزادی کے عمومی مفہوم کے بجائے خاص طور پر **آزادیِ اظہارِ رائے** کو موضوع بنایا گیا ہے۔

[1] احمد الزوادی، ترتیب القاموس المحیط الطریقۃ المصباح المنیر و اساس البلاغۃ (طبع عیسیٰ البابی و شرکاہ)، 615۔

[2] احمد رضا، معجم متن اللغۃ (بیروت: دار المکتبۃ الحیاۃ)، 2: 59۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اصطلاحی اعتبار سے اظہارِ رائے دو الفاظ ـــــ اظہار اور رائے ـــــ سے مرکب ہے۔ اظہار سے مراد کسی بات کو ظاہر کرنا، واضح کرنا یا سامنے لانا ہے، جبکہ رائے کا مفہوم سوچ، فکر اور ذہنی خیالات سے متعلق ہے۔ یوں اظہارِ رائے کا مطلب اپنے باطنی خیالات، تصورات اور نقطۂ نظر کو کھلے انداز میں بیان کرنا، سوالات اٹھانا اور اختلاف یا تنقید کو مہذب طریقے سے پیش کرنا ہے۔

آزادیِ اظہارِ رائے سے مراد یہ ہے کہ فرد اپنے افکار اور خیالات کو خوف و دباؤ کے بغیر بیان کر سکے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کا حق رکھتا ہو۔ اس اصول کے تحت انسان کو اپنے نظریات پیش کرنے کی آزادی حاصل ہوتی ہے اور کسی شخص یا ریاست کو بلا جواز اس پر پابندی عائد کرنے کا اختیار نہیں۔ تاہم اس آزادی کی بھی کچھ اخلاقی اور قانونی حدود ہیں، کیونکہ اس کے نام پر کسی فرد کی تضحیک، کردار کشی، بہتان تراشی یا اس کی عزتِ نفس کو مجروح کرنا ہرگز درست نہیں۔ اسی لیے ضروری ہے کہ آزادیِ اظہارِ رائے کے تصور کو مغربی اور اسلامی دونوں تناظرات میں رکھ کر سمجھا جائے۔

مغربی تناظر سے آزادی اظہار رائے کا مفہوم

مغربی تصورِ آزادیِ اظہارِ رائے کے مطابق خیالات، افکار اور نظریات کو کسی بھی ممکنہ ذریعے سے پیش کرنا آزادی کے دائرے میں آتا ہے۔ اس کے برعکس تمام آسمانی مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور الہامی تعلیمات کا احترام لازم ہے، اور ان کی توہین کرنے والوں کے لیے سخت سزاؤں کا تصور موجود ہے۔ تاہم جدید دور میں ملحدانہ فکر رکھنے والے افراد نہ تو کھلے الفاظ میں انکار کرتے ہیں اور نہ ہی واضح طور پر اقرار، بلکہ وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے آزادی کے فلسفے کو من مانی تشریحات کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

مغرب کے اظہار رائے کے مفہوم کو **نیو ورلڈ انسائیکلوپیڈیا** میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> "آزادی گفتگو بغیر حدود و قیود اور احتساب سے بولنے کی قابلیت کا نام ہے۔ اسے آزادی اظہار بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد صرف زبانی گفتگو نہیں ہے بلکہ گفتگو یا خیالات کے اظہار کا کوئی بھی ذریعہ بشمول طباعت، نشریات، فن، تشہیر، فلم اور انٹرنیٹ وغیرہ شامل ہیں۔"[3]

مغربی معاشرے کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ ایک طرف وہاں آزادیِ اظہارِ رائے پر بعض حدود کے تصور کو تسلیم کیا جاتا ہے، جبکہ دوسری طرف اپنے مذہبی و فکری مفادات کے سوا دیگر تمام مذاہب اور نظریات کے بارے میں بے لگام آزادی کو درست سمجھا جاتا ہے۔ مغربی ممالک کے انسانی حقوق سے متعلق دساتیر اور قانونی ضابطوں میں آزادیِ اظہارِ رائے کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے، اور اسے ان معاشروں کی ترقی کا اہم سبب قرار دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بظاہر اس آزادی کی کچھ حدود بھی متعین کی جاتی ہیں، لیکن عملی طور پر طویل عرصے سے یہ مشاہدہ کیا جا رہا ہے کہ ان کے دعوؤں کے برخلاف مغربی اقوام خود بنیادی انسانی حقوق کی پامالی میں ملوث دکھائی دیتی ہیں۔

آزادیِ اظہارِ رائے کے نام پر نہ صرف توہینِ مذہب اور توہینِ رسالت جیسے افعال کو فروغ دیا جا رہا ہے بلکہ ایسے جرائم کے مرتکب ملحدین اور دہریوں کو مغربی ممالک میں مکمل قانونی اور مالی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ اگر مسلمان اس طرزِ عمل کے خلاف کسی قسم کا ردِّ عمل ظاہر

[3]https://www.new world encyclopedia.org/entry. freedom of speech, accessed on August 29, 2019.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

کریں تو اسے فوراً انتہا پسندی، عدم برداشت اور تشدد پسندی کا نام دے دیا جاتا ہے۔ مزید برآں، مغربی نقطۂ نظر کے مطابق مذہب یا مذہبی شخصیات کے احترام کا تقاضا صرف عیسائیت یا ان کے اپنے مذاہب تک محدود سمجھا جاتا ہے، جبکہ اسلام یا پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف تحریری یا تقریری گستاخی پر کوئی مؤثر پابندی عائد نہیں کی جاتی۔

عالمی اعلامیۂ انسانی حقوق کے مطابق تمام انسان آزاد ہیں اور عزت، مذہب کے تحفظ، نسل، جنس، قوم اور آزادیِ اظہارِ رائے کے اعتبار سے یکساں حقوق رکھتے ہیں۔ لیکن افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا، سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر آزادیِ اظہار کے عنوان سے مسلمانوں کے خلاف شدید تعصب اور نفرت کو بے دریغ پھیلایا جا رہا ہے۔ ایسے واقعات جو مسلمانوں کے خلاف ہوں، اکثر ان کی پیشگی منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور عالمی سطح پر مختلف غیر سرکاری تنظیمیں ان پر بھرپور شور مچاتی ہیں، جبکہ اگر کوئی واقعہ مسلمانوں کے حق میں پیش آجائے تو اسے معمولی بنا کر آزادیِ اظہارِ رائے کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے۔

بین الاقوامی منشور کے مطابق کسی فرد کے جذبات کو مجروح کرنا یا دل آزاری کرنا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے، لیکن اس کے باوجود "اسلاموفوبیا" جیسی اصطلاحات کے ذریعے مسلمانوں کی کھلم کھلا تضحیک کی جاتی ہے اور اس پر کوئی قانونی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاتی۔ موجودہ مغربی تناظر میں "فریڈم آف اسپیچ اینڈ ایکسپریشن" کا مفہوم یہ بنا لیا گیا ہے کہ طاقتور ممالک اور ان کے حامی دوسروں کی توہین اور ان کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے میں مکمل طور پر آزاد ہیں، جبکہ کمزور اقوام سے خاموشی اور برداشت کی توقع رکھی جاتی ہے۔

اقوام متحدہ کا چارٹر اور آزادی اظہار رائے

اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی دفعات 18 اور 19 میں آزادیِ اظہارِ رائے کی واضح حدود کا تعین نہیں کیا گیا، جس سے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ اس آزادی کے نام پر کسی کی عزت و حرمت مجروح کرنے کی گنجائش پیدا کی گئی ہے۔ دفعہ 19 کے مطابق مذہب اور مذہبی شخصیات سے اختلاف یا ان پر تنقید کو بھی آزادیِ رائے کے دائرے میں شامل سمجھا جاتا ہے، اور ایسے معاملات میں کسی شخص کو مجرم ٹھہرا کر سزائے موت دینا آزادیِ اظہار اور آزادیِ ضمیر جیسے بنیادی انسانی حقوق کے منافی تصور کیا جاتا ہے۔ یہی دونوں دفعات عالمِ اسلام اور مغرب کے مابین اختلاف اور کشمکش کی بنیادی وجہ بن چکی ہیں، جن میں ایک تنازعہ آزادیِ مذہب سے متعلق ہے جبکہ دوسرا آزادیِ اظہارِ رائے کے عنوان سے جڑا ہوا ہے۔

اقوام متحدہ کے چارٹر برائے انسانی حقوق کی شق 18 میں بیان کیا گیا ہے:

> "Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom of change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with other and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship or observance."[4]

---

[4]Zeid Ra'ad Al-Hussein, Universal Declaration of Human Rights (Geneva: Switzerland: Office of the United Nations High commissioner for Human rights Regional Office for Europe, 38.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے، پبلک یا نجی طور پر تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر عقیدے کی تبلیغ، عبادت عمل اور مذہبی رسوم پوری کرنے کی آزادی شامل ہے۔"

اقوام متحدہ کے بین الاقوامی چارٹر کی شق 19 کے مطابق:

"Everyone has the right to freedom of opinion and expression; this right includes freedom to hold opinion without interference and to seek, receive and impart information and ideas through any media and regardless of frontiers." [5]

"ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا پورا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کیے علم اور خیالات تلاش کرے، انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔"

مغربی فکر میں مذہبی توہین کو بھی اظہارِ رائے کی آزادی کا حصہ قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ تصور سراسر مغالطہ پر مبنی ہے، کیونکہ آزادیِ رائے اور توہینِ مذہب دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ انہوں نے ہمیشہ علمی اختلافات کا جواب دلیل اور تحقیق کے ساتھ دیا ہے۔ صدیوں سے مستشرقین مختلف انداز میں اسلام، قرآنِ مجید اور رسولِ اکرم ﷺ کی ذات و سیرت پر اعتراضات اٹھاتے آئے ہیں، اور مسلم اہلِ علم نے ان اعتراضات کا علمی، سنجیدہ اور مدلل جواب دیا ہے۔ تاہم نبی کریم ﷺ یا کسی بھی سچے نبی و رسول کی شان میں گستاخی کو مسلمانوں نے کبھی قابلِ قبول نہیں سمجھا۔

برصغیر کی تقسیم سے قبل لاہور میں ایک ہندو ناشر راج پال نے "رنگیلا رسول" کے نام سے ایک کتاب شائع کی، جس کا عنوان ہی انتہائی دل آزار اور توہین آمیز تھا۔ اس کتاب میں رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر نہایت غیر شائستہ اور بازاری الزامات عائد کیے گئے تھے۔ کتاب کے منظرِ عام پر آتے ہی مسلمانوں میں شدید اضطراب پیدا ہوا اور اس کے علمی جواب کا مطالبہ سامنے آیا۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے "مقدس رسول ﷺ" کے نام سے اس کا نہایت مضبوط، محققانہ اور مدلل رد تحریر کیا، جس میں اس کتاب میں موجود جہالت اور بے بنیاد باتوں کا وقار اور سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا گیا۔[6]

اسی طرح مغربی مصنف سر ولیم میور نے سیرتِ نبوی ﷺ پر ایک کتاب تحریر کی جس میں بعض اعتراضات شامل تھے، جن کا جواب سر سید احمد خان نے "خطباتِ احمدیہ" کی صورت میں دیا۔[7] بعد ازاں ایک ملحد مصنف سلمان رشدی نے "شیطانی آیات" کے نام سے

[5] Zeid Ra’ad Al-Hussein, Universal Declaration of Human Rights, 40.

[6]۔امرتسری، ابو الوفاء ثناء اللہ، مقدس رسول بجواب رنگیلا رسول (انڈیا: یوپی مکتبہ الفہیم، ماناتھ بھنجن)

[7]اسلوب، انصاری، سر سید احمد خان (نئی دہلی: آدم پبلیشرز، 2001)

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ایک کتاب لکھی، جو علمی یا تاریخی تحقیق کے بجائے طنز، استہزا اور توہین پر مبنی تھی۔ اسی بنا پر آیت اللہ خمینی نے اس کے خلاف سخت فتویٰ جاری کیا اور اس کے قتل پر انعام کا اعلان کیا۔[8]

ان تمام مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مغرب میں رائج آزادیِ اظہارِ رائے کا تصور تضاد اور دوغلے پن سے بھرپور ہے۔ ایک جانب وہاں عملی طور پر اظہارِ رائے کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاتی، جس کے نتیجے میں عیب جوئی، تمسخر اور مذاق اڑانا معمول بن چکا ہے، جبکہ دوسری جانب بعض ایسے موضوعات ہیں جن پر گفتگو کو وہ خود برداشت نہیں کرتے، مگر مسلمانوں سے کامل برداشت کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہولوکاسٹ، عالمی جنگوں میں ہونے والی ہلاکتیں، امریکہ کا قومی پرچم، قومی علامتیں، عدالتی نظام اور دفاعی اداروں پر تنقید کو وہاں جرم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کینیڈا کے قوانین میں عیسائیت کی توہین کو قابلِ سزا جرم قرار دیا گیا ہے، لیکن پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی پر مسلمانوں کے ردِ عمل کو عدم برداشت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ تمام حقائق اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ امریکہ، یورپ اور اقوامِ متحدہ کی جانب سے آزادیِ رائے، آزادیِ عمل اور آزادیِ مذہب کے جو بلند بانگ دعوے کیے جاتے ہیں، وہ عملی طور پر محض فریب اور دکھاوے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

آزادی اظہار رائے اسلامی تناظر میں

کسی بھی ریاست یا معاشرے کی فکری تشکیل، تہذیبی ارتقا اور مجموعی ترقی میں آزادی اور بالخصوص آزادیِ اظہارِ رائے کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ آزادی ہی وہ بنیاد ہے جس پر معاشرتی نظام، تمدنی ڈھانچہ، سیاسی و معاشی ترقی، نیز علم، سائنس اور ٹیکنالوجی کی پیش رفت قائم ہوتی ہے۔ قدیم ادوار ہوں یا جدید زمانہ، انسان کے لیے اظہارِ خیال کی آزادی ایک ناگزیر ضرورت رہی ہے۔ اسی بنیادی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسلام نے انسان کو نہ صرف سوچنے، لکھنے اور بولنے کی آزادی عطا کی بلکہ عملی غلامی اور جبر و استبداد سے بھی نجات دلائی۔ اسلام انسان کو آزادی تو دیتا ہے، مگر ایسی بے لگام آزادی نہیں جس سے دین کی بنیادی اقدار پامال ہوں، دوسروں کے حقوق متاثر ہوں یا ظلم و استحصال کو فروغ ملے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق آزادی وہاں تک معتبر ہے جہاں تک وہ حق، عدل اور انسانی وقار کے دائرے میں رہے۔ اسلام اظہارِ رائے کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے اور حق بات کہنے کا حکم دیتا ہے، تاہم اس میں بے باکی، تلخی اور غیر ذمہ دارانہ طرزِ بیان کو پسند نہیں کیا گیا۔ بلکہ اظہارِ رائے میں حکمت، دانائی اور شائستگی کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ حکمت سے مراد ایسا طرزِ کلام یا رویہ ہے جو جبر سے پاک ہو اور انسانی فطرت اسے آسانی سے قبول کر لے۔

اسی اصول کی وضاحت قرآنِ مجید میں رسولِ اکرم ﷺ کو دیے گئے اس حکم سے ہوتی ہے: "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"[9] یعنی معاملات میں لوگوں سے مشورہ کرو۔

[8] . ArstinAdib, Moghaddan, The Cultural Genealogy (London: Routledge, 2006), 26

[9] آل عمران، 3: 159۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اسلام رائے کے اظہار کا حامی ہے، لیکن چونکہ یہ ایک معتدل اور اصلاح پسند دین ہے، اس لیے فساد اور انتشار کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ آزادیِ رائے کو حدود و قیود کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، تاکہ انسان اپنی زبان اور قلم کے استعمال میں ذمہ دار رہے۔ اسی تناظر میں قرآن انسان کو اس کی ہر بات پر جواب دہ قرار دیتا ہے:

"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ"[10]

"انسان کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر اس پر نگران مقرر رہوتا ہے ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار۔"

اسی طرح سورۃ الحجرات میں اظہار رائے کی آزادی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۚ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَالْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"[11]

یعنی انسان کسی کا تمسخر نہیں اڑا سکتا، کسی کی غیبت نہیں کر سکتا، کسی پر بہتان الزام تراشی کا کسی کی ذاتی زندگی میں عیب جوئی نہیں کر سکتا حتٰی کہ دوسرے کو برے القاب سے بھی نہیں پکار سکتا۔

قرآن مجید کی طرح اسوہ رسول ﷺ اور احادیث نبویہ ﷺ سے بھی آزادی اظہار رائے کے اسلامی تصور کا اندازہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ معاملات میں حکم الٰہی کے مطابق نہ صرف اپنے اصحاب سے مشورہ فرماتے بلکہ دوسروں کی آراء کو اہمیت دیتے اور ہر ایک کو رائے کے اظہار کی پوری آزادی دی جاتی تھی۔ ریاست مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے آزادی اظہار رائے کی اہمیت کے پیش نظر اس امر کو یقینی بنایا۔ اس سلسلے میں حمیدی لکھتے ہیں:

"حریت فکر کی آزادی جس پر رسول ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کی تربیت کی تھی اور جس کی وجہ سے انہوں نے سوسائٹی کو اپنے بہترین دماغ اور اہل الرائے سے استفادہ کیا تھا، مسلمانوں کے مصالح عامہ کو مد نظر رکھا تھا اور تم نے لشکر کی اجتماعی آراء سے سوچا تھا۔ جس کے لیے بعض اوقات ایک صحیح رائے اس فرد سے مل سکتی ہے جوان میں سے کم شہرت والے اور مرتبے کے لحاظ سے بھی ان سے کمتر ہو لیکن اللہ کے رسول ﷺ کے لیے اس میں کوئی مانع نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اپنی رائے کا بے دھڑک اظہار کر سکتے تھے۔"[12]

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی ایسی تربیت فرمائی تھی جس کے نتیجے میں انہیں فکر و رائے کی آزادی حاصل تھی، اور اجتماعی معاملات میں معاشرے کے بہترین اذہان سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کم معروف یا کم مرتبہ شخص کی رائے کو ترجیح دی جاتی، اور رسول اللہ ﷺ اس میں کوئی تردد محسوس نہیں فرماتے تھے۔

---

[10] ق،50: 18۔

[11] الحجرات،49: 11۔

[12] الحمیدی، عبد العزیز بن عبد اللہ، التاریخ الاسلامی مواقف وعبر (اسکندریہ: دار الدعوہ، 1997)، 4:110۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس کی ایک نمایاں مثال حضرت حباب بن منذرؓ کی رائے ہے، جسے قبول کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ایک معرکے میں لشکر کا پڑاؤ ایسی جگہ ڈلوایا جو مسلمانوں کے لیے زیادہ مفید ثابت ہوا، یوں ایک اہم عسکری حکمتِ عملی وجود میں آئی۔[13]

اظہارِ رائے کے معاملے میں نبی کریم ﷺ کا طرزِ عمل نہایت متوازن اور حکیمانہ تھا۔ آپ ﷺ مختلف آراء کو توجہ سے سنتے، بعض اوقات کسی ایک رائے کو فیصلہ کن حیثیت دے دیتے اور اختلاف کی صورت میں بہترین انداز سے اتفاقِ رائے پیدا فرماتے تھے۔ حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت اس کی واضح مثال ہے کہ مدینہ میں کھجوروں کی پیوند کاری کے بارے میں آپ ﷺ نے ایک رائے دی، جس پر عمل کرنے سے پیداوار کم ہوئی۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے فرمایا:

"انما انا بشر, فاذا امرتكم بشيء من دينكم فخذوا به واذاامرتكم بشيءمن راى فانما انا بشر, انتم اعلم بامر دنياكم۔"[14]

"میں ایک بشر ہوں، جب تمہیں دین کے بارے میں حکم دوں تو اس پر عمل کرو، اور جب دنیاوی امور میں اپنی رائے پیش کروں تو تم اپنے معاملات زیادہ بہتر جانتے ہو۔"

یہ ارشاد محض انکساری کا اظہار نہیں تھا بلکہ اس بات کی دلیل تھا کہ دنیاوی امور میں مشاورت اور تجربے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزوۂ خندق میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر خندق کھودی گئی، اور لشکرِ اسامہؓ کی قیادت کے معاملے میں بھی صحابہؓ کو اظہارِ خیال کا حق حاصل تھا۔

تاہم یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ اسلام نے جہاں آزادی عطا کی، وہیں اس کی حدود بھی متعین کر دیں۔ بے قید اور مطلق آزادی کو اسلام انسانی معاشرے کے لیے نقصان دہ قرار دیتا ہے۔ قدیم و جدید فکر کا تجربہ بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ لامحدود آزادی سماجی انتشار اور اخلاقی زوال کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیے نہ اسلامی شریعت میں اور نہ ہی دیگر آسمانی شریعتوں میں ایسی مطلق آزادی کا تصور ملتا ہے، کیونکہ اس سے معاشرتی امن، اجتماعی سلامتی اور سماجی توازن خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

اس کے متعلق امام بیہقی دلائل النبوۃ کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

"اما الغلو فى الحرية والتهتك وراء الشهوات البهيمة فلا تجيزه الشريعة الاسلامية والدين الاسلامى۔ هو الدين الذى يعمم النظام بين الورى ويقمع النفس عن الهوى ويحرم اراقة الدماء والقسوة فى معاملة الحيوان والارقاء ويوصى بالانسانية ويحض على الخيرات والاخوة۔"[15]

"آزادی اور حریت میں غلو اور خواہشات کے پیچھے لگ جانا اسلامی شریعت میں جائز نہیں ہے۔ یہ وہ دین ہے جو نظام کائنات پر محیط ہے اور خواہشات انسانی کا قلع قمع کرتا ہے۔ خون کرنے اور حیوانات و غلام کے حق میں سختی کو حرام ٹھہراتا ہے۔ انسانیت کو خیر اور بھائی چارے پر ابھارنے کی وصیت کرتا ہے۔"

[13] البیہقی، احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1405 ہجری)، 4: 3۔

[14] القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قال، رقم الحدیث: 4484۔

[15] احمد بن الحسین البیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ الاحوال صاحب الشریعۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ) 4/3۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اسلام ایک اعتدال پسند دین ہے جو سراسر سلامتی پر مبنی دین ہے۔ دین اسلام جہاں آزادی اظہار رائے کا تصور دیتا ہے اور اس کی اہمیت بیان کرتا ہے وہیں اس کے لیے حدود و قیود بھی مقرر کرتا ہے۔ بارگاہ خداوندی، انبیاء و رسل ،الہامی تعلیمات، دینی شعائر اور اس طرح کی مقدس ہستیوں کے لیے آزادی اظہار رائے کو حدود و قیود کے ساتھ مشروط کرتا ہے۔ قاضی عیاض کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات خاص ہونے کی بنا پر اُن کے لیے الفاظ کے استعمال میں بھی احتیاط برتنی ضروری ہے۔ قاضی عیاض نے ذات نبوی ﷺ کے معاملے میں آزادی اظہارِ رائے کے اصول اور حدود و قیود مقرر فرمائی ہیں۔

اسی طرح شاتم اور گستاخ رسول ﷺ کے متعلق اسلام میں سخت موقف اپنایا گیا ہے اور اس فتنہ کے دروازہ کو بند کر دیا گیا ہے۔ اس اسلامی موقف کی تائید علماء اسلام کے تحریری، تقریری اور عملی بیانات سے بھی ہوتی ہے۔

شاتم رسول ﷺ کی سزا کا حکم:

قاضی عیاضؒ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اسی لیے اس کے قتل کے شرعی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ وہ تصریح کرتے ہیں کہ سلف صالحین کے اقوال میں اس مسئلے پر کوئی معتبر اختلاف منقول نہیں، بلکہ اکثریتِ علماء کے نزدیک ایسے شخص کے کفر اور اس کے قتل کے حکم پر اجماع قائم ہے۔ یوں قاضی عیاضؒ نہ صرف تعظیم و توقیرِ نبوی ﷺ کے اصول بیان کرتے ہیں بلکہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں بے ادبی کے مختلف اسالیب، الفاظ اور اسباب کو بھی تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

> "مالک بن نویرہ کے قتل سے ابراہیم بن حسین بن خالد فقیہ نے اس سلسلہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے طرز عمل سے حجت اور دلیل حاصل کی۔ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کو اس لیے قتل کروا دیا تھا کیونکہ اس نے گفتگو میں سرکار دو عالم ﷺ کو "صاحبکم (تمہارے ساتھی)" کے لفظ کے استعمال سے تعریض کی تھی۔"[16]

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب میں توہین و تنقیصِ رسالت اور ان کے شرعی احکام کے عنوان سے مستقل باب قائم کیا ہے، جس میں تقریباً پچاس صفحات اسی موضوع کی تحقیق پر مشتمل ہیں۔ یہ موقف محض مصنف کی ذاتی رائے نہیں بلکہ عہدِ صحابہؓ سے لے کر ان کے زمانے تک، بلکہ بعد کے ادوار میں بھی علماء کے اتفاق اور اجماع سے ثابت چلا آ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اہانت کرنے والا شخص واجب القتل ہے۔

بارگاہ نبوی ﷺ میں گستاخی کا مرتکب واجب القتل ہے:

قاضی عیاضؒ شاتمِ رسول ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنے محبوب ﷺ کی شان میں ادنیٰ درجے کی بے ادبی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ امتِ مسلمہ کے اجماع کے مطابق جو شخص نبی کریم ﷺ کی ذات میں نقص نکالے یا گستاخی کا مرتکب ہو، وہ بدترین مخلوق ہے اور قتل کیے جانے کا مستحق ہے۔

---

[16] اندلسی، قاضی عیاض، کتاب الشفاء، مترجم: مولانا محمد اطہر نعیمی (لاہور: قومی پریس، 1998ء)، 375/2۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ابن قاسم نے لکھا ہے کہ:

"جو شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کا مرتکب ہو یا آپ ﷺ کی ذات اقدس کو برا کہے، کسی قسم کا کوئی عیب لگائے یا حضور ﷺ کی شان گھٹانے کی کوشش کرے تو علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر لازم کی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ پس قائل نے ان احکام کا انکار کیا ہے۔"[17]

کتاب الشفاء کے مترجم بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ موقف صرف قاضی عیاضؒ تک محدود نہیں بلکہ عہدِ صحابہؓ سے لے کر آج تک علماء امت کا اس پر اتفاق اور اجماع چلا آرہا ہے کہ اہانتِ نبوی ﷺ کا مرتکب قتل کا سزاوار ہے۔

قاضی عیاضؒ اس مسئلے میں قرآنِ مجید کی آیات، احادیثِ نبویہ ﷺ، صحابہؓ کے عملی تعامل اور ائمہ وفقہاء کے اقوال کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ کتاب الشفاء میں وہ امام طبریؒ کے حوالے سے امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ احکام اس شخص کے لیے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی شان میں کمی کرے، آپ ﷺ سے بیزاری ظاہر کرے یا آپ ﷺ کی تکذیب کرے، اور شاتم یا اہانت کرنے والا اس سے بھی زیادہ سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔[18]

شاتم رسول ﷺ کے قتل کے دلائل

قرآنِ مجید میں اللہ تعالی نے اس شخص پر دنیا و آخرت میں لعنت فرمائی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائے، کیونکہ نبی ﷺ کو تکلیف دینا در حقیقت اللہ تعالی کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں گستاخی کی سزا پر امت کا اتفاق ہے، اور لعنت کا اطلاق بھی اسی پر ہوتا ہے جو کفر کا مرتکب ہو۔ لہٰذا ایسے دریدہ دہن کافر کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا"[19]

اس عمل کے مرتکب کافر کے لیے نہ صرف یہ حکم ہے بلکہ مومن کے قتل کے سلسلے میں بھی یہی حکم ہے اور دنیا میں اس پر لعنت سے قتل مراد ہے۔

ارشاد بارء تعالی ہے:

"مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا"[20]

"یہ لوگ ملعون ہیں جہاں انہیں پاؤ انہیں پکڑ کر قتل کر دو۔"

---

[17] اندلسی، قاضی عیاض، کتاب الشفاء، مترجم: مولانا محمد اطہر نعیمی (لاہور: قومی پریس، 1998ء)، 375/2۔

[18] اندلسی، قاضی عیاض، کتاب الشفاء، مترجم: مولانا محمد اطہر نعیمی (لاہور: قومی پریس، 1998ء)، 374/2۔

[19] الاحزاب، 33 : 57۔

[20] الاحزاب، 33 :61۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

لڑائی جھگڑا کرنے والے اور متحاربین کی سزا کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

"ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِيالْاٰخِرَةِعَذَابٌ عَظِيْمٌ"[21]

لعنت سے مراد قتل ہے کیونکہ لغت عرب میں قتل کبھی لعنت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ"[22]

"اللہ تعالی انہیں قتل کرے کہاں پھرے جاتے ہیں۔"

آیت کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی ان پر لعنت کرے۔

"وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ"[23]

" وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا"[24]

احادیث نبویہ ﷺ سے دلائل

قرآن مجید کی طرح احادیث میں بھی اہانت انبیاء کے مرتکب کے قتل کا حکم ملتا ہے۔اور یہ حکم صرف انبیاء کی شان میں گستاخی اور اہانت کرنے پر ہے۔صحابہ کرامؓ یا اولیاء وائمہ کے حوالے سے قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی۔حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو میرے صحابہؓ کو گالی دے تو اسے قرار واقعی سزا دو"۔[25]

اسی طرح کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بھی اسی مسئلہ کے متعلق ہے۔کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ کو اپنی شاعری کے ذریعے ایذا پہنچاتا تھا یعنی ہجو لکھتا تھا معاذ اللہ۔آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو (اس دریدہ دہن) کو جا کر سزا دے جو اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔محمد بن مسلمہ کو یہ سعادت ملی اور انہوں نے اس دشمن خدا اور رسول ﷺ کو دعوت اسلام نہیں دی اور بلا تکلف اپنی دانشمندی سے اس کو کیفر کردار تک پہنچایا۔کعب بن اشرف کے قتل کی وجہ اس کا کفر وشرک نہ تھا بلکہ سرکار دوعالم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اذیت کا سبب بنتا تھا۔

علاوہ ازیں فتح مکہ کے موقع پر جب عام معافی کا اعلان کر دیا گیا اس موقع پر بھی ابن اخطل اور اس کی لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا گیا کیونکہ اس دشمن خدا کی لونڈیاں ایسے اشعار گاتی تھیں جن سے نبی اکرم ﷺ کی توہین ہوتی تھی۔عقبہ بن ابی معیط کے قتل کے واقعہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ قتل سے قبل عقبہ بن ابی معیط نے پکار کر قریش سے فریاد کی کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں جبراً قتل

[21] المائدہ، 5:33۔

[22] التوبہ، 9:33۔

[23] التوبۃ، 61:9۔

[24] الاحزاب، 53:33۔

[25] قاضی عیاض، کتاب الشفاء، 2:382۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

کیا جارہا ہوں اس پر رسول ﷺ نے فرمایا کہ تیرے قتل کی وجہ تیری بدزبانی اور وہ کذب وافتراء ہیں جو تو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے متعلق کرتا تھا۔[26]

ان توضیحات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں ناموس رسالت کو پامال کرنا سنگین جرم ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے لیے قتل کی سزا مقرر کی گئی ہے جس کو مصنف الشفاء قاضی عیاض نے مدلل شرعی نصوص سے بیان کیا ہے۔ کعب بن اشرف کے قتل پر اہل مغرب کی طرف سے اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا کہ اسلام میں اظہار رائے کی آزادی نہیں ہے جبکہ یہ صرف اعتراض ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ملتی جبکہ اسلام میں اظہار رائے کی آزادی اور اس کی اہمیت پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔ مغرب میں توہین کو رائے کے اظہار کی آزادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بات مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ آزادی رائے اور توہین دو مختلف چیزیں ہیں۔

خلاصہ کلام:

آزادیٔ اظہارِ رائے پر دنیا میں کہیں بھی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ لیکن ایسی آزادی جس سے کسی کی ذات مجروح ہو اس کی اجازت دنیا کا کوئی مذہب اور قانون نہیں دیتا۔ اسلام اس ضمن میں حد درجہ احتیاط کا قائل ہے اور جب معاملہ مخلوقات میں سب سے افضل شخصیت ﷺ کا ہو تو اسی نسبت سے احتیاط کو مزید دوچند کر دیتا ہے۔ نہ صرف رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے بلکہ ذاتِ اقدس کے لئے الفاظ کے چناو میں بھی حد درجہ محتاط روش اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لئے عامیانہ الفاظ کے استعمال کو بھی سب وشتم کے زمرے میں رکھتا ہے۔

قاضی عیاضؒ حبیب خدا سے سب سے زیادہ محبت رکھنے کے نبوی حکم کو مستلزم جان کر کتاب میں اس التزام کرتے ہیں۔ آپ نبی کریم کی ذات کے لیے ایسے تمام الفاظ افعال اور تعریض وکنایہ کا استعمال جو آپ کے شایان شان نہیں ان کے مرتکب کو شاتم اور گستاخ کے حکم میں شامل کر کے آزادی اظہار رائے کے نام پر پیغمبر اسلام کی شان میں نقص نکالنے والے ہر دروازہ کو بند کرتے ہیں۔ مغرب میں اظہار رائے کی آزادی کا نعرہ خاتم النبیین ﷺ کی مخالفت میں ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا بطور امتی مسلمانوں سے اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ آزادی اظہار رائے کے نام پر ایسی بے قید آزادی کے تصور کو رد کریں اور اسلام کے تصور آزادی اظہار کو واضح کریں۔ آزادی اظہار رائے کے اسی تصور کی مصنف کتاب الشفاء نے بیخ کنی کی اور اقوال وافعال اور کلمات کے ادا سے ہونے والی کمی وگستاخی کو تفصیلا تحریر کیا تاکہ اس معاملے میں کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

کتابیات

* احمد الزوادی، ترتیب القاموس المحیط الطریقۃ المصباح المنیر واساس البلاغۃ (طبع عیسٰی البابی وشرکاہ)۔
* احمد بن الحسین البیہقی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ الاحوال صاحب الشریعۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ)۔
* احمد رضا، معجم متن اللغۃ (بیروت: دار المکتبۃ الحیاۃ)۔
* اسلوب، انصاری، سرسید احمد خان (نئی دہلی: آدم پبلیشرز، 2001)۔

[26] قاضی عیاض، کتاب الشفاء، 2:384،385۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

* امر تسری، ابوالوفاء ثناءاللہ، مقدس رسول بجواب رنگیلا رسول (انڈیا: یوپی مکتبہ الفہیم، مانا تھ بھنجن)۔
* اندلسی، قاضی عیاض، کتاب الشفاء، مترجم: مولانا محمد اطہر نعیمی (لاہور: قومی پریس، 1998ء)۔
* البہقی، احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1405 ہجری)۔
* الحمیدی، عبد العزیز بن عبد اللہ، التاریخ الاسلامی مواقف و عبر (اسکندریہ: دار الدعوہ، 1997)۔
* القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، (کراچی: قدیمی کتب خانہ)۔
* ArstinAdib, Moghaddan, The Cultural Genealogy (London: Routledge, 2006)
* https://www.new world encyclopedia.org/entry. freedom of speech, accessed on August 29, 2019.
* Zeid Ra’ad Al-Hussein, Universal Declaration of Human Rights (Geneva: Switzerland: Office of the United Nations High commissioner for Human rights Regional Office for Europe.